از: مرغوب احمد لاجپوری　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ومد ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا، میں بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے رہ کر بارگاہ ایزدی میں آپ کی خیر وعافیت کے لئے دست بدعا ہوں، اللہ تعالی آنجناب کے سایہ کوامت پر تادیر بصحت وعافیت قائم رکھے، آمین۔

غرض تحریر یہ کہ راقم الحروف نے ایک رسالہ ''زمزم'' نامی لکھا ہے، اس میں آب زمزم پینے کے آداب میں ایک ادب یہ بھی لکھا ہے کہ: اسے کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔ اور اس میں اپنے چند اکابرین کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ گذشتہ ہفتہ علماء کی ایک مجلس میں ایک عالم نے آپ کا حوالہ دے کر فرمایا کہ زمزم کھڑے ہوکر پینا مستحب نہیں صرف جائز ہے، اس لئے آپ کی خدمت میں رسالے کے چند صفحات کی کاپی ارسال کررہا ہوں، امید کہ ملاحظہ فرمانے کے بعد جو رائے عالی ہو اس سے مطلع فرمائیں گے۔ یہ تحقیق اس لئے بھی مطلوب ہے کہ میں اس رسالہ کو دوبارہ شائع کررہا ہوں تو آپ کی اخیری رائے بھی معلوم ہوجائے۔ ویسے حضرت والا کی رائے اس مسئلہ میں مختلف نظر آرہی ہے جیسے:

(۱)...... جہاں تک کھڑے ہوکر زمزم پینے کا تعلق ہے سو شرب قائما کی ممانعت سے متعلقہ مطلق روایات کا تقاضا تو یہ ہے کہ قیاما شرب زمزم بھی ممنوع یا مکروہ ہو، چنانچہ اس کی کراہت یا عدم کراہت محل کلام ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ شرب زمزم قائما بلا کراہت جائز ہے، مگر مستحب نہیں اور ''بخاری'' میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت: ''شرب النبی ﷺ قائما من زمزم'' بیان جواز یا ہجوم وغیرہ کے عذر پر محمول ہے۔ (درس ترمذی ص۲۵۳، ج۳)

(۲)......بعض حضرات علماء نے فرمایا کہ فضل وضو اور ماء زمزم کو بحالت قیام پینا مسنون ہے، لیکن علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردالمحتار'' میں اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ مباح ہے، اور جن حدیثوں میں ان دو مواقع پر آنحضرت ﷺ سے کھڑے ہو کر پانی پینا معلوم ہوتا ہے ان سے بھی اباحت ثابت ہوتی ہے نہ کہ استحباب، ماء زمزم کو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس لئے پیا کہ وہاں ہجوم کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور فضل وضو کو کھڑے ہو کر اس لئے پیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور وہ دیکھ لیں کہ فضل وضو نجس یا مکروہ نہیں ہوتا، لہٰذا ان احادیث سے استحباب پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، لیکن حدیث باب سے علامہ شامی رحمہ اللہ کی اس توجیہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کا کھڑے ہو کر پینا محض ایک عذر کی بنا پر تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں کھڑے ہو کر نہ پیتے، کیونکہ ان کو یہ عذر لاحق نہ تھا، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بر بناء سنت واستحباب فضل طہور کو کھڑے ہو کر پیا۔ (درس ترمذی ص ۲۵۸ ج ۱، باب فی وضوء النبی ﷺ کیف کان)

(۳)......لیکن تحقیق یہ ہے کہ (زمزم کا پانی) کھڑے ہو کر پینا افضل نہیں ہے، یہاں بھی وہی حکم ہے جو عام پانی کا ہے کہ بیٹھ کر پینا ہی افضل ہے اور کھڑے ہو کر پینے میں کراہت تنزیہی ہے، اگر چہ جائز ہے۔ (انعام الباری ص ۴۲۷ ج ۵، باب ماجاء فی زمزم)

ان حوالوں سے آپ کی رائے کا متضاد ہونا معلوم ہوتا ہے، ایک سے جواز دوسرے سے سنت یا استحباب تیسرے سے کراہت۔ امید کہ حضرت غور فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

دوسرا اہم مسئلہ قابل تحقیق یہ ہے کہ ایک مکتب بریلوی سے تعلق رکھنے والے عالم مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی ''نعمۃ القاری فی شرح صحیح البخاری'' دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں موصوف، حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’شیخ انور شاہ کشمیری کی شرح کی درج ذیل عبارت بہت خطرناک ہے:

قرآن مجید میں تحریف معنوی بھی غیر قلیل ہے اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن میں تحریف لفظی بھی ہے، یہ تحریف ان سے عمداً ہوئی ہے یا غلطی کی وجہ سے۔

(فیض الباری ج۳ ص۳۹۵، مطبع حجازی قاہرہ، ۱۳۵۷ھ)

ہمارے پاس دارالعلوم کراچی کا فتوی ہے، جنہوں نے اس عبارت پر قائل کی تکفیر کردی ہے۔ (نعمۃ القاری فی شرح صحیح البخاری ص۱۰۷ ج۱)

دوسری جگہ موصوف آپ کی بات کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب ہم شیخ تقی عثمانی اور مولانا سلیم اللہ خان کے انصاف اور دیانت سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے ممدوح شیخ انور شاہ کشمیری کی ایک عبارت یہ ہے:

والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضا اما انہ عن عمد منھم او لمغلطۃ۔ (فیض الباری ج۳ ص۳۹۵، مجلس علمی سورت، ہند، ۱۳۵۷ھ)

میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے، یا تو یہ تحریف لوگوں نے عمداً کی ہے یا کسی مغالطہ کی بنا پر ہے۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ کشمیری کے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی ثابت ہے۔ اب بتائیں کہ آپ کے نزدیک یہ عین اسلام ہے؟ کفر ہے؟ گمراہی ہے؟ یا کیا ہے؟

(نعمۃ القاری فی شرح صحیح البخاری ص۲۷۶ ج۱)

امید کہ حضرت والا اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت فارغ فرما کر دونوں مسئلوں کے بارے میں تشفی فرمائیں گے۔ کیا دارالعلوم نے اس عبارت پر کفر کا فتوی دیا ہے؟

مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

۱۹؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۵؍نومبر ۲۰۱۱، منگل

ماءِ زمزم کو کھڑے ہو کر پینا

عن ابن عباسؓ قال : اَتَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

(متفق عليه ،كذا فى المشكوة،باب الاشربة ،الفصل الاول)

ترجمہ:...... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زمزم کے پانی کا ایک ڈول لے کر آیا تو آپ ﷺ نے اس حالت میں پیا کہ آپ ﷺ کھڑے تھے۔

اس طرح کی روایات مختلف الفاظ سے منقول ہیں۔ بخاری شریف میں ہے:

''ان ابن عباسؓ حدثه قال سقيت رسول الله ﷺ من زمزم فشرب وهو قائم''۔

(بخاری، كتاب المناسک ، باب ماجاء فى زمزم)

مسلم شریف میں ہے:

''عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ شرب من زمزم من دلومنها وهو قائم''۔

ایک روایت میں ہے: ''شرب من زمزم وهو قائم''۔

ایک روایت میں ہے: ''سقيت رسول الله ﷺ من زمزم فشرب قائما واستسقى وهو عند البيت''۔ (مسلم، كتاب الاشربة ،باب فى الشرب قائما)

اس حدیث کی بنا پر فقہاءؒ نے زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینا افضل لکھا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ: زمزم کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے''۔

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، باب ما جاء فى صفة شرب رسول الله ﷺ)

حضرت مولانا محمد زوار حسین شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''(زمزم) پیتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر پیئے یا بیٹھ کر پیئے دونوں طرح جائز ہے، لیکن کھڑے ہو کر پینا افضل ہے''۔ (عمدۃ الفقہ ص ۶۶۹ ج ۴)

ماءِ زمزم کھڑے ہو کر پینے میں علماء کا اختلاف

بعض روایات میں مطلق کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے: ''ان النبی ﷺ زجر عن الشرب قائما''۔

ایک روایت میں ہے: ''نھی ان یشرب الرجل قائما''۔

ایک روایت میں یہاں تک آیا ہے:

'' لا یشربن احدکم قائما فمن نسی فلیستقئ'' یعنی تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر نہ پیئے، اگر کسی شخص نے بھول سے کھڑے ہو کر پی لیا تو اسے چاہئے کہ وہ قے کر ڈالے۔

(مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فی الشرب قائما)

حدیث میں قے کرنے کا امر وجوبی نہیں استحبابی ہے۔ (مظاہر حق ۱۳۹/۴، باب الاشربۃ)

ان روایات کی بنا پر فقہاء میں اختلاف ہو گیا کہ زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہئے یا بیٹھ کر۔ ایک جماعت نے بیٹھ کر پینے کو سنت فرمایا اور کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ تنزیہی لکھا، مالکیہ اور شافعیہ اور احناف کی ایک جماعت کا مسلک یہی ہے۔

(ھدایۃ الناسک للشیخ محمد عابد، ص ۹۴/۹۵۔ مناسک النووی مع حاشیۃ ابن حجر الھیتمی ص ۴۰۴، اوجز المسالک ص ۲۷۷ ج ۱۴)

حنابلہ کے نزدیک بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پینے میں اختیار ہے، وہ کھڑے ہونے میں کراہت تنزیہی کے بھی قائل نہیں۔ (غذاء الالباب ۱۲۲/۲۔ فضل ماء زمزم ۱۳۷)

ملا علی قاریؒ نے اپنی مناسک میں تخییر ہی کا قول اختیار فرمایا ہے۔

’’(ثم يأتي زمزم) أي بئرها (فيشرب من مائها) أي قائما وقاعدا‘‘۔

(ارشادالساری الی مناسک الملاعلی قاری ص۹۴٫۹۵)

احناف کے نزدیک ماءِزمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔ان دونوں کے علاوہ دوسرے پانی وغیرہ کا کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

’’عمدۃ الفقہ‘‘میں ہے:

(۳۷)اگر روزہ دار نہ ہوتو وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو کا بچا ہوا سارا یا کچھ پانی آب زمزم کی طرح کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پینا،پس ان دونوں پانیوں کے علاوہ اور پانی (بلا عذر) کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص۱۲۳ج۱،وضو کے مستحبات اورآداب)

علامہ شامی سراج سے ناقل ہے کہ: دو پانیوں کے علاوہ کسی پانی کا کھڑے ہوکر پینا مستحب نہیں ہے۔

’’وفي السراج :ولا يستحب الشرب قائما الا في هذين الموضعين ‘‘

(شامي ،كتاب الطهارة ،مطلب في مباحث الشرب قائما)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’درمختار میں ہے:

’’وان يشرب بعده من فضل وضوئه كماء زمزم مستقبل القبلة قائمااو قاعدا وفيما عداهما يكره قائما تنزيها‘‘الخ۔

ماتن درمختار نے وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہوکر پینا مستحب لکھا تھا،اس پر شارح نے ماءِزمزم کو بھی بڑھایا کہ اس کا بھی کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔ماسوا ان دونوں کے کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی لکھا ہے،لیکن ’قائما‘ کے بعد شارح کا لفظ ’’او قاعدا‘‘

بڑھانا اس طرف مشیر ہے کہ اختیار ہے خواہ کھڑے ہوکر پیوے یا بیٹھ کر۔ پوری تفصیل شامی میں ہے اس کو دیکھ لیا جاوے، واللہ تعالی اعلم۔ (عزیز الفتاوی ص ۷۵۶ ج ۱ سوال نمبر ۱۳۸۳)

نوٹ:...... حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے تین پانی کے بارے میں کھڑے ہوکر پینا تحریر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ تین قسم کے پانیوں کا بغرض تعظیم کھڑے ہوکر پینا وارد ہے۔ زمزم کا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی، مؤمن کا جھوٹا پانی۔ ان کے علاوہ اور کسی پانی کا کھڑے ہوکر پینا مکروہ ہے''۔

(حاشیہ علم الفقہ ص ۵۳۴ حصہ پنجم، حج کا مسنون و مستحب طریقہ)

آپ ﷺ سے بھی وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا ثابت ہے۔ نزال بن سیرہ کی روایت ہے کہ: حضور اقدس ﷺ نے وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پیا ہے۔

(شمائل ص ۱۴)

فائدہ:...... وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پینا مسنون ہے۔ علامہ شامیؒ نے وضو کا پانی کھڑے ہوکر پینے کو بعض بزرگوں سے شفاء امراض کے لئے علاج مجرب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے ''شرح شمائل'' میں اس کا استحباب نقل کیا ہے۔ فتاوی ہندیہ (عالمگیری) میں بھی اس کا استحباب منقول ہے۔ (شمائل کبری ص ۲۲۰ ج ۱)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے علماء نے زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینا مستحب لکھا ہے اور ابن عباسؓ کی روایت میں اس کا اشارہ موجود ہے کہ منافق اور ہم میں فرق یہ ہے کہ وہ سیر ہوکر نہیں پیتے اور سیرابی بغیر قیام کے حاصل نہیں ہوگی۔
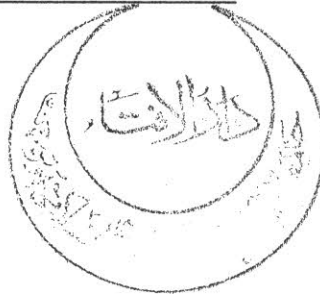
"واستحب علمائنا ان يشرب ماء زمزم قائما ويشير اليه ما في حديث ابن عباس:

"آية ما بيننا و بين المنافقين انهم لا يتضلعون من زمزم" والتضلع لا يتأ تى الا قائما"

(اعلاء السنن ص۲۱۳ ج۱۰، تحت رقم الحديث ۲۸۰۸)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے، اس بنا پر بعض علماء نے زمزم پینے کو بھی اس ممانعت میں داخل فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوش فرمانے کو ازدحام کے عذر یا بیان جواز پر حمل فرمایا ہے، لیکن علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ زمزم اس نہی میں داخل نہیں، اس کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔ (خصائل نبوی)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے، بیٹھ کر پینے میں کوئی گناہ نہیں۔

(کفایت المفتی ص۱۲۳ ج۹، قدیم ص۱۱۵)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی

س:...... آب زمزم کے متعلق حدیث شریف میں کیا حکم ہے کہ کھڑے ہو کر پیا جائے؟ عرض ہے کہ یہ حکم صرف حج وعمرہ ادا کرتے وقت ہے یا کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ پیا جائے تو کھڑے ہو کر اور قبلہ رخ ہو کر پینا چاہئے؟ یا قبلہ رخ ہونے کی پابندی نہیں ہے؟ کیونکہ حاجی صاحبان جب اپنے ساتھ زمزم لے جاتے ہیں تو وہاں بعض لوگ کھڑے ہو کر پیتے ہیں اور بعض لوگ بیٹھ کر پیتے ہیں۔

ج:...... آب زمزم کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر پینا مستحب ہے۔ حج وعمرہ کی تخصیص نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۱۵ ج۴)

علماء نے آپ ﷺ کے اس فعل اور ممانعت کے تعارض میں خوب بحث فرمائی ہے، کچھ حضرات نے ترجیح کو اپنایا کہ جواز کی احادیث کو نہی کی احادیث پر ترجیح حاصل ہے۔

بعض علماء کی رائی ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہے اس لئے یہ ناسخ ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا برعکس کہ کھڑے ہوکر پینے کی روایتیں ناسخ ہیں۔

ملاعلی قاریؒ نے نسخ ماننے والوں کے قول کو رد فرما دیا ہے:

''واما من زعم النسخ او الضعف فقد غلط غلطا فاحشا و کیف یصار الی النسخ مع امکان الجمع بینهما''۔ (مرقاۃ ص ۲۱۷ ج ۸)

بعض حضرات نے دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق کی راہ اختیار فرمائی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے اوجز المسالک ص ۲۷۰، ج ۱۴، باب ماجاء فی شرب الرجل قائم)

صاحب مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں:

'' لہذا اس مسئلہ میں جو اس طرح تضاد و تعارض واقع ہوا ہے اس کو دور کرنے کے لئے علماء نے کہا ہے کہ اس بارے میں جو ممانعت منقول ہے وہ اصل میں نہی تنزیہی کے طور پر ہے، یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ لوگ کھڑے ہوکر پانی پینے کو ایک عادت و معمول بنالیں، (ویسے گاہ بگاہ یا کسی عذر کی بنا پر کھڑے ہوکر پانی پی لینے میں کوئی مضائقہ نہیں) اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جو کھڑے ہوکر پانی پیا اس کا مقصد محض اس جواز کو بیان کرنا تھا۔

علاوہ ازیں آب زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی اس ممانعت سے مستثنی ہے، بلکہ ان کو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے''۔ (مظاہر حق جدید ص ۱۴۰ ج ۴)
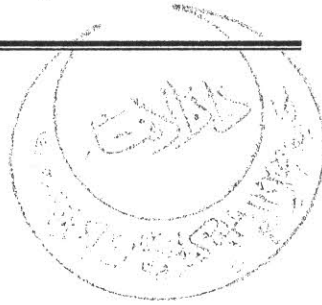
حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی رائے

جہاں تک کھڑے ہوکر زمزم پینے کا تعلق ہے سو شرب قائما کی ممانعت سے متعلقہ مطلق روایات کا تقاضا تو یہ ہے کہ قیاما شرب زمزم بھی ممنوع یا مکروہ ہو، چنانچہ اس کی کراہت یا عدم کراہت محل کلام ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ شرب زمزم قائما بلا کراہت جائز ہے، مگر مستحب نہیں اور ''بخاری'' میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت: '' شرب النبی ﷺ قائما من زمزم '' بیان جواز یا ہجوم وغیرہ کے عذر پر محمول ہے۔

(درس ترمذی ص۲۵۳، ج۳، زمزم پینے کے آداب)

خلاصۂ بحث یہ کہ زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے، مگر اس مستحب کی ادائیگی میں اتنا غلو نہ ہو کہ لوگ اسے واجب سمجھنے لگے۔ فقہاء نے امر مندوب و مستحب پر اصرار کو منع لکھا ہے۔ ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

'' وفيه ان من اصر على امر مندوب و جعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصرّ على بدعة او مكروه ''۔

(مرقاۃ ص۳۵۳ ج۲)

یعنی جو کوئی امر مندوب یا مستحب پر ایسا اصرار کرے کہ اس کو واجب اور لازم کر لے اور کبھی جواز اور رخصت پر عمل نہ کرے، تو بیشک ایسے شخص کو گمراہ کرنے میں شیطان کامیاب ہو گیا، جو شخص بدعت یا فعل مکروہ پر اصرار کرے گا اس کا کیا حکم ہو گا؟

علامہ شیخ محمد طاہر پٹنیؒ نے تو یہاں تک لکھا کہ: کسی امر مستحب کو اس کے مرتبہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ '' ان المندوب ینقلب مکروها اذا خيف ان يرفع عن رتبته ''۔ (مجمع البحار ص۲۲۴، ج۲، ماخوذ از فتاوی رحیمیہ ص۳۶ ج۳)

نبی پاک ﷺ سے وتر کی نماز میں سورۂ اعلی، کافرون، اخلاص پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح جمعہ وعیدین میں سورۂ اعلی وغاشیۃ پڑھنا ثابت ہے، اس لئے ان سورتوں کو ان نمازوں میں پڑھنا چاہئے، مگر فقہاء فرماتے ہیں: ان سورتوں پر ایسا دوامی عمل نہ ہو کہ عوام کا اعتقاد اس کے وجوب کا ہو جائے۔ علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

" (والسنة السور الثلاث) أى الاعلى والكافرون والاخلاص لكن فى النهاية ان التعيين على الدوام يفضى الى اعتقاد بعض الناس انه واجب وهو لا يجوز فلو قرأ بما ورد به الآثار أحيانا بلا مواظبة يكون حسنا "

(شامی، باب الوتر والنوافل، مطلب فی منکر الوتر والسنن او الاجماع)

"(ويقرأ كالجمعة) أى كالقرأة فى صلوة الجمعة، لما روى ابو حنيفةؒ انه ﷺ كان يقرأ فى العيدين و يوم الجمعة الاعلى والغاشية كما فى الفتح وقال فى البدائع: فان تبرك بالاقتداء به ﷺ فى قراءتهما فى اغلب الاوقات فحسن لكن يكره ان يتخذهما حتما لا يقرأ فيها غيرهما،

(شامی، باب العیدین، مطلب: امر الخلیفة لا یبقی بعد موته)

جیسے ان سورتوں کے پڑھنے پر اصرار فقہاء نے منع فرمایا ویسے ہی زمزم کے پانی کو کھڑا ہو کر پینے میں زیادہ اصرار ہونے لگے تو امر مندوب بھی قابل ترک ہوگا، واللہ اعلم۔

(تحفۂ حرم: از ص ۶۹ تا ص ۷۶)

نوٹ: مفتی ساچا صاحب کے اسی ای میل پر جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

(جوابات منسلک ہے)

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

ا--- پہلے بطور تمہید واضح رہے کہ مطلق پانی کا کھڑے ہو کر پینے کے متعلق دو طرح کی حدیثیں آئی ہیں:

1. وہ احادیث جن سے کھڑے ہو کر پانی پینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

2. وہ احادیث جن سے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

ان دو قسم کی متعارض احادیث میں تطبیق کی شراحِ حدیث اور فقہاء نے بہت سی وجوہ ذکر کی ہیں، جن میں سب سے راجح اور بے غبار یہ ہے کہ نہی کا محل کراہتِ تنزیہی اور اثبات کا محمل جواز ہے۔ اور کراہتِ تنزیہیہ جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ لہذا خلاصہ یہ ہوا کہ کسی ضرورت اور عذر کے بغیر بلا وجہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر کوئی عذر ہو مثلاً بیٹھنے کی جگہ نہ ہو وغیرہ تو اس صورت میں کھڑے ہو کر پانی پینا بلا کراہت جائز ہے۔

اس کے بعد زمزم کے متعلق تفصیل ملاحظہ ہو:

زمزم پینے کے متعلق آنحضرت ﷺ سے دو طرح کی حدیثیں آئی ہیں:

(ا) وہ احادیث جو مطلق ہیں، جن میں قیام و قعود میں سے کوئی ہیئت بیان نہیں کی گئی ہے، مثلاً:

(الف) صحیح مسلم: ۸۸۶\۲

فأتى بني عبد المطلب، يسقون على زمزم، فقال: «انزعوا، بني عبد المطلب، فلولا أن يغلبكم الناس على سقايتكم لنزعت معكم» فناولوه دلوا فشرب منه.

(ب) مسند الحمیدی: ۱۳٦\۲

٩١٠ - حدثنا الحميدي قال: ثنا سفيان، قال: ثنا مسعر، عن عبد الجبار بن وائل، عن أبيه، قال: «أتي النبي صلى الله عليه وسلم بدلو من زمزم فشرب،

(ج) مسند احمد: ۳۹۹\۲۳

١٥٢٤٣ - حدثنا موسى بن داود، حدثنا سليمان بن بلال، عن جعفر، عن أبيه، عن جابر بن عبد الله، أن النبي صلى الله عليه وسلم رمل ثلاثة أطواف من الحجر إلى الحجر، وصلى ركعتين، ثم عاد إلى الحجر، ثم ذهب إلى زمزم فشرب منها.

(د) وفی اخبار مکۃ للفاکہانی: ۵۱\۲

١١٣٣ - وحدثني محمد بن صالح قال: ثنا مكي بن إبراهيم قال: ثنا المثنى بن الصباح، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه قال: إنه طاف مع عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما بالبيت يوم النحر، ثم ذهب إلى سقاية ابن عباس رضي الله عنهما فشربا من شرابها، ثم رجعا إلى زمزم، فدعا بماء فشرب منه، ثم صب على رأسه، ثم قال: هكذا رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصنع، ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: " يا بني عبد المطلب، حافظوا على سقايتكم، لولا أني أخاف أن تغلبوا عليها لنزعت معكم "، [ص:٥٣]

٢. وہ روایات جن میں آنحضرت ﷺ کا کھڑے ہو کر زمزم پینے کا ذکر ہے:

(ا) ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت:

صحیح البخاری (7 / 110):

٥٦١٧ - حدثنا أبو نعيم، حدثنا سفيان، عن عاصم الأحول، عن الشعبي، عن ابن عباس، قال: «شرب النبي صلى الله عليه وسلم قائما من زمزم»

صحیح مسلم: ۳\۱۶۰۲

١١٧ - (٢٠٢٧) وحدثنا أبو كامل الجحدري، حدثنا أبو عوانة، عن عاصم، عن الشعبي، عن ابن عباس، قال: «سقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم من زمزم فشرب وهو قائم»

آپ ﷺ **کا** کھڑے ہو کر زمزم پینے کے متعلق تلاش اور تتبع بسیار کے باوجود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے علاوہ ہمیں کوئی اور حدیث نہیں مل سکی۔ حضرت ابن عباس سے یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اس کا حلفیہ طور پر سختی سے انکار کرتے ہیں اور قائم سے "واقف علی بعیر" مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

١٦٣٧ - حدثنا محمد هو ابن سلام، أخبرنا الفزاري، عن عاصم، عن الشعبي، أن ابن عباس رضي الله عنهما حدثه قال: «سقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم من زمزم، فشرب وهو قائم» قال عاصم: فحلف عكرمة ما كان يومئذ إلا على بعير **(۲\۵۶، باب ماجاء فی زمزم)**

نیز ایک طریق میں عاصم سے روایت کرنے والے سفیان بھی جزم کے طور پر روایت نہیں کرتے، بلکہ تردد کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

١٩٠٣ - حدثنا سفيان، عن عاصم، عن الشعبي [ص:٣٨٨]، عن ابن عباس، «أن النبي صلى الله عليه وسلم شرب من دلو من زمزم قائما» قال سفيان: كذا أحسب(مسند احمد:٣\٣٨٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے اگرچہ آپ ﷺ کا زمزم کھڑے ہو کر پینا ثابت ہوتا ہے، تاہم محض اس ایک روایت کی وجہ سے اس کو سنت یا مستحب نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ عکرمہ کے حلفیہ انکار اور سفیان کے طریق میں موجود تردد سے قطع نظر کر کے اگر ہم آپ ﷺ کا اس موقع پر کھڑے ہو کر زمزم پینے کا ثبوت تسلیم بھی کریں تو بھی محض ایک دفعہ کسی فعل کے کرنے سے سنیت یا استحباب ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ ایک دو مرتبہ تو آپ ﷺ کا حالت قیام میں عام پانی کا بھی پینا ثابت ہے، کما روی الترمذی فی سننہ:

١٨٨٣ - حدثنا قتيبة قال: حدثنا محمد بن جعفر، عن حسين المعلم، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: «رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا» : هذا حديث حسن(باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائما)

١٨٩٢ - حدثنا ابن أبي عمر قال: حدثنا سفيان، عن يزيد بن يزيد بن جابر، عن عبد الرحمن بن أبي عمرة، عن جدته كبشة قالت: «دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فشرب من في قربة معلقة قائما فقمت إلى فيها فقطعته» : هذا حديث حسن صحيح غريب(سنن الترمذي ت شاكر (٤ / ٣٠٦)

لہذا راجح یہی ہے کہ آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر زمزم نوش فرمانا یا تو بیانِ جواز کے لئے تھا اور یا پھر ہجوم وغیرہ کے عذر کی وجہ سے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا تھا، جیسا کہ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

وقد رواه أبو داود في هذا الباب فكان ذلك متأولاً على الضرورة الداعية إليه وإنما فعله صلى الله عليه وسلم بمكة شرب من زمزم قائماً، ومعلوم أن القعود والطمأنينة كالمتعذر في ذلك المكان مع ازدحام الناس عليه وتكابسهم في ذلك المقام ينظرون إليه ويقتدون به في نسكهم وأعمال حجهم؛ فترخص فيه لهذا ولما أشبه ذلك من الأعذار والله أعلم.(معالم السنن، ج:۴ ص:۲۷۵)

سنیت یا استحباب پر محمول کرنے کے بجائے بیانِ جواز یا حالتِ عذر پر محمول کرنے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱)خود حضرت ابنِ عباسؓ سے نبی کریم ﷺ کے زمزم پینے سے متعلق دیگر احادیث میں قیام کا ذکر نہیں ہے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے:

١١٣٩ - حدثنا إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني قال: ثنا عمرو بن عاصم قال: ثنا حماد بن سلمة، عن قيس بن سعد، عن مجاهد، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: جاءنا النبي صلى الله عليه وسلم إلى زمزم، فنزعنا له دلوا فشرب(اخبار مکۃ للفاکھانی: ۲\۵۲)

نیز حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کو زمزم پینے کا مفصل طریقہ سکھایا، اس میں بھی قیام کا ذکر نہیں ہے،

٣٠٦١ - حدثنا علي بن محمد قال: حدثنا عبيد الله بن موسى، عن عثمان بن الأسود، عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي بكر، قال: كنت عند ابن عباس جالسا، فجاءه رجل، فقال: من أين جئت؟ قال: من زمزم، قال: فشربت منها، كما ينبغي؟ قال: وكيف؟ قال: إذا شربت منها، فاستقبل القبلة، واذكر اسم الله، وتنفس ثلاثا، وتضلع منها، فإذا فرغت، فاحمد الله عز وجل، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «إن آية ما بيننا، وبين المنافقين، إنهم لا يتضلعون، من زمزم»(سنن ابن ماجہ بسند ضعفہ الالبانی)

نیز انہوں نے مناسک کی تعلیم سکھانے کے لئے ایک خط لکھا تھا جس میں زمزم پینے کا مفصل طریقہ حتی کہ دعاءِ زمزم بھی مذکور ہے لیکن اس میں بھی قیام کا ذکر نہیں ہے:

٧٠٨ - ...عن عكرمة قال: وجدت في كتاب ابن عباس رضي الله عنهما يقول....ثم تنصرف إلى زمزم، فاستق دلوا فاشرب، واستقبل القبلة، ثم تقول: اللهم إني أسألك علما نافعا، ورزقا واسعا، وشفاء من كل داء،(اخبار مکۃ للفاکھانی: ۱\۳۴۳)

لہذا موقعِ تعلیم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کھڑے ہو کر پینے کی تصریح نہ کرنے سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کے نزدیک بھی زمزم کا کھڑے ہو کر پینا سنت یا مستحب نہیں ہے۔

(۲)دیگر کبار صحابہؓ (علی، عمرو بن العاص، وائل بن حجر، جابر وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین) کی روایات میں شرب قائما کا ذکر نہیں ہے (کما مر فی الروایات المذکورہ اعلاہ) اگر انہوں نے آپ ﷺ کو کھڑے ہو کر زمزم پیتے ہوئے دیکھا ہوتا تو اس کو ضرور نقل کرتے، کیونکہ یہ ایک نئی اور عادت مبارکہ کے خلاف بات ہوتی۔

نیز حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے ایک شاگرد کو حج کے احکام عملی طور پر بتائے اور اس میں زمزم پینے کا بھی مفصل تذکرہ ہے لیکن اس میں بھی قائما پینے کا کوئی ذکر نہیں ہے،

ثم ذهب إلى سقاية ابن عباس رضي الله عنهما فشربا من شرابها، ثم رجعا إلى زمزم، فدعا بماء فشرب منه، ثم صب على رأسه، ثم قال: هكذا رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصنع، (فی اخبار مكة للفاكهانی:۲\۵۱)

آخری جملہ کی وجہ سے اس حدیث کو بھی مرفوع حکمی کا درجہ حاصل ہو گیا۔

(۴) فقہائے کرامؒ نے کتاب الحج میں زمزم پینے کے آداب ذکر کئے ہیں، لیکن اس میں بھی شرب قائما کا ذکر نہیں ہے۔ تبیین الحقائق میں علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

أنه يبدأ بزمزم وكيفيته أن يأتي زمزم فيستقي بنفسه الماء ويشربه مستقبل القبلة ويتضلع منه ويتنفس فيه مرات ويرفع بصره في كل مرة وينظر إلى البيت ويمسح به رأسه ووجهه وجسده ويصب عليه إن تيسر وذكر الملأ في سيرته أنه – عليه الصلاة والسلام – «نزع لنفسه دلوا فشرب منه» وذكر الواقدي أنه لما شرب صب على رأسه وفي حديث جابر أنه – عليه الصلاة والسلام – «لما أفاض أتى بني عبد المطلب وهم يسقون على زمزم فناولوه دلوا فشربه» قال أبو علي بن عبد السكن والذي نزع له الدلو العباس بن عبد المطلب وروي عنه – عليه الصلاة والسلام – أنه قال «لولا أن يتخذه الناس نسكا ويغلبوكم عليه لنزعت معكم» رواه أحمد وفي رواية «لما نزعوا الدلو غسل منه وجهه وتمضمض فيه ثم أعادوه» وقال ابن عباس إذا شربت من زمزم فاستقبل القبلة واذكر اسم الله تعالى وتنفس وتضلع منه فإذا فرغت فاحمد الله تعالى وعن عكرمة أنه قال كان ابن عباس إذا شرب من زمزم قال اللهم إني أسألك علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من كل داء وقال – عليه الصلاة والسلام – «في ماء زمزم، إنها مباركة، إنها طعام طعم وشفاء سقم» رواه مسلم وقال – عليه الصلاة والسلام – «ماء زمزم لما شرب له» وقد شربه جماعة من العلماء لمطالب جليلة فنالوها ببركته وقال ابن عباس اشربوا من شراب الأبرار وصلوا في مصلى الأخيار وقال شراب الأبرار ماء زمزم ومصلى الأخيار تحت الميزاب(۲\۳۷)

ومثلہ فی البحر الرائق: ۲\۳۷۸

اسی طرح علامہ ابن الہمامؒ نے "فضل ماء زمزم" کے عنوان سے مستقل فصل قائم کی ہے۔ لیکن اس میں بھی شرب قائما کا تذکرہ نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو: ج:۲ ص:۵۰۵، طبع دار الفکر)

البتہ فقہاء کرامؒ نے مستحباتِ وضوء میں جہاں فضلِ وضوء کے پینے کا حکم بیان کیا ہے وہاں اس کے اور زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اسے بھی عام طور پر فقہاء نے لفظ " قیل " سے تعبیر کیا ہے۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

ويشرب شيئا من فضل وضوئه مستقبل القبلة قائما قيل لا يشرب قائما إلا في هذا الموضع وعند زمزم،(تبیین : ۱\۷)

ومثلہ فی البنایۃ: ۱\۲۵۰

بعض فقہاء نے "قائما أو قاعدا" فرمایا ہے۔ ففی المراقی:

"وأن يشرب من فضل الوضوء قائما" أو قاعدا

اور علامہ طحطاویؒ نے تصریح کی ہے کہ یہاں "أو" تخییر کے لئے ہے۔

ففی حاشیۃ علی المراقی:

أو قاعدا" أو للتخيير(مراقی مع حاشیۃ الطحطاوی، ج:۱ ص:۷۷)

وفی الشامیۃ: ۱\۱۳۰

(قوله: أو قاعدا) أفاد أنه مخير في هذين الموضوعين، وأنه لا كراهة فيهما في الشرب قائما بخلاف غيرهما، وأن المندوب هنا هو الشرب من فضل الوضوء لا بقيد كونه قائما خلاف ما اقتضاه كلام المصنف، لكن قال في المعراج قائما، وخيره الحلواني بين القيام والقعود. وفي الفتح: قيل: وإن شاء قاعدا، وأقره في البحر، واقتصر على ما ذكره المصنف في المواهب والدرر والمنية والنهر وغيرها.

أو کو تخییر کے لئے قرار دینا شرب قائما کی سنیت یا استحباب کے قول کے منافی ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

أفاد أن المقصود من قوله قائما عدم الكراهة لا دخوله تحت المستحب؛ ولذا زاد قوله: أو قاعدا.

اس کے بعد مفصل بحث کے بعد مختلف توجیہات ذکر کر کے علامہ شامیؒ نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ:

والحاصل أن انتفاء الكراهة في الشرب قائم في هذين الموضوعين محل كلام
فضلا عن استحباب القيام فيهما، ولعل الأوجه عدم الكراهة إن لم نقل
بالاستحباب لأن ماء زمزم شفاء وكذا فضل الوضوء.(ج:۱ص:۱۳۰)

(۵) جن بعض حضرات سے شرب قائما کا استحباب منقول ہے انہوں نے اس کی علت یہ ذکر کی ہے کہ کھڑے ہو کر پینے کی وجہ سے زمزم کا متبرک پانی بدن کے ہر ہر حصے تک پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ مرقاۃ میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

فإنه مخصص بماء زمزم، وشرب فضل الوضوء كما ذكره بعض علمائنا. وجعلوا القيام فيهما مستحبا وكرهوه في غيرهما، إلا إذا كان ضرورة، ولعل وجه تخصيصهما أن المطلوب في ماء زمزم التضلع ووصول بركته إلى جميع الأعضاء، وكذا فضل الوضوء مع إفادة الجمع بين طهارة الظاهر والباطن، وكلاهما حال القيام أعم، وبالنفع أتم

اولا تو مذکورہ فائدہ شرب قائما میں منحصر نہیں ہے، بلکہ شرب قاعدا سے بھی یہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، ثانیاً شرب قائما میں طبّی طور پر جو نقصانات ہیں، جن میں سے بعض علامہ ابن القیمؒ نے درج ذیل عبارت میں ذکر کی ہیں:

وللشرب قائما آفات عديده: منها أنه لا يحصل الرى التام ولا يستقر في المعدة حتى يقسمه الكبد على الأعضاء، وينزله بسرعة وحدة إلى المعدة فيخشى منه أن يبرد حرارتها، ويسرع النفوذ إلى أسفل البدن بغير تدريج، وكل هذا يضر بالشارب، فأما إذا، فعله نادرا أو لحاجة فلا، ولا يعترض على هذا بالعوائد فلها طبائع ثوان(نقلا عن سبل الہدی والرشاد، ج:۷\۲۳۷)

ان نقصانات کے پیشِ نظر اس کے استحباب کا قول اختیار کرکے اس کی ترغیب دینا "دفع المضرۃ مقدم علی جلب المنفعۃ" کے فقہی قاعدے کے بھی بظاہر خلاف ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اس کے استحباب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں:

وظاهر سياق كلام علي - رضي الله تعالى عنه - أن القيام مستحب في ذلك المقام لأنه رخصة

علامہ شامیؒ نے "حلیہ" سے بھی حضرت علیؓ کے اس قول سے استحباب پر استدلال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

نعم على ما جنح إليه الطحاوي يستفاد الجواز مطلقا إن أمن الضرر، أما الندب فلا، إلا أن يقال: يفيد الندب في فضل الوضوء ما أخرجه الترمذي في حديث علي، وهو «أنه قام بعدما غسل قدميه فأخذ فضل طهوره

فشربه وهو قائم ثم قال: أحببت أن أريكم كيف كان طهور رسول الله - صلى الله عليه وسلم -» وفيه حديث «إن فيه شفاء من سبعين داء أدناها البهر» لكن قال الحفاظ: إنه واه اهـ

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی اس حدیث کا تعلق فضل وضوء سے ہے نہ کہ ماءِ زمزم سے، ثانیاً اس حدیث کے صحیح بخاری والے طریق میں تصریح ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ فعل ان لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے کیا جو شرب قائماً کو مکروہ سمجھتے تھے، مگر ہمارے علم کے مطابق کسی بھی روایت میں حضرت علیؓ سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے یہ فرمایا ہو کہ وضوء کا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہئے، بلکہ حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حالانکہ:..... ۔۔۔

أتي علي رضي الله عنه على باب الرحبة «فشرب قائما» فقال: إن ناسا يكره أحدهم أن يشرب وهو قائم، وإني «رأيت النبي صلى الله عليه وسلم فعل كما رأيتموني فعلت»(صحيح البخاری، ۷\۱۱۰، باب الشرب قائما)

لہذا اس میں بظاہر کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے استحباب قیام پر استدلال کیا جاسکے، بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اس بات پر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ فضل وضوء کا کھڑے ہو کر پینا مکروہ نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ زمزم کا کھڑا ہو کر پینا سنت یا مستحب نہیں ہے، بلکہ جائز ہے۔ اس میں اور دیگر پانیوں میں حکم کے اعتبار سے فرق یہ ہے کہ دیگر پانیوں کا بلا عذر وضرورت کھڑے ہو کر پینا مکروہِ تنزیہی ہے، جبکہ زمزم کا پانی اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر وضرورت کے بھی کھڑے ہو کر پیئے تو اس میں کراہتِ تنزیہی بھی نہیں ہو گی۔

۲..... فیض الباری کی عبارت "والتحریف فیہ لفظی" میں "فیہ" کی ضمیر قرآن کی طرف نہیں ہے، بائبل کی طرف ہے۔ اگرچہ چونکہ "الکتب السماویۃ" کا لفظ پہلے آیا ہے اس لئے فیہا ہونا چاہئے تھا، لیکن ضابطہ کی مسامحت سے ایسا ہو گیا۔ ورنہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ قرآن کے بارے میں ایسی بات فرمائیں۔ (رجسٹر نقل فتاوی دار العلوم کراچی، رجسٹر نمبر: ۱۱۳۰، فتوی نمبر: ۲۳، بقلم شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

اس سلسلے میں درج ذیل نکات بھی قابل غور ہیں:

(۱) فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ تکفیرِ مسلم کا معاملہ انتہائی نازک اور خطرناک ہے، کسی شخص کے بارے میں جب تک یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ اس سے کوئی کفریہ قول یا فعل صادر ہوا ہے اور اس نے اس قول

یا فعل سے وہی کفریہ معنی ومطلب مراد لیا ہے، اور اس کے کلام کو صحیح معنی پر محمول کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس وقت اس کی تکفیر کی جائیگی۔ذیل میں نبی کریم ﷺ کی حدیث اور اس سے فقہاء کرام کے مستنبط کردہ دو اصول ملاحظہ فرمائیں:

١١١ - (٦٠) حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن بشر، وعبد الله بن نمير، قالا: حدثنا عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «إذا كفر الرجل أخاه فقد باء بها أحدهما»

(الف)

والذي تحرر أنه لا يفتى بتكفير مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن

(البحر:٥\١٣٥۔مجمع الانهر:١\٦٨٨، الدر المختار مع رد المحتار:٤\٢٢٨)

(ب)

إذا كان في المسألة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه(الدر والرد:٤\٢٣٠)

لہذا ان دو قاعدوں کے پیش نظر حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے کلام میں بھی ایسی تاویل کرنا ضروری ہے جس سے ان کا قول ان کے باقی اقوال کے مطابق ہو اور جس سے عدمِ تکفیر والا معنی راجح ہو جائے، خاص کر اس وجہ سے بھی کہ ان کے مذکورہ کلام سے بلا کسی تکلف وتعسف کے عدمِ تکفیر والا معنی مراد لیا جاسکتا ہے، کہ (أن التحريف فيه لفظي ايضا)میں " فیہ" کی ضمیر " القرآن" کے بجائے " الكتب السماوية" کی طرف راجع کی جائے،اس صورت میں زیادہ سے زیادہ عربی قواعد کے اعتبار سے ایک لفظی تسامح کی نسبت لازم آئیگی، جو شرعاً وعقلاً اس بات سے بدرجہا بہتر ہے کہ عبارت سے کفریہ معنی ومطلب مراد لیکر " توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل" کی صورت بنادی جائے۔

(۲) خاص کر اس وجہ سے بھی کہ اس کے قائل کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ عقائد کے باب میں جمہور اہل سنت والجماعت کے متبع تھے، لہذا اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ایک ایسے مسئلہ میں جمہور اہل سنت والجماعت کے مخالفت کریں جو ضروریات دین میں سے ہے، اور جس کے قائل کی تکفیر میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

(۳) عدمِ تکفیر والا معنی مراد لینے کا ایک واضح قرینہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ عبارت میں شاہ صاحبؒ کے کلام کا سیاق اور موضوعِ بحث کتبِ سابقہ ہیں، جن کی تحریف کے بارے میں انہوں نے پہلے ائمہ کرام کے تین اقوال ذکر کئے ہیں

،اس کے بعد ان اقوال میں سے دوسرے قول (کہ کتبِ سابقہ میں تحریف معنوی تو یقیناً ہوئی ہے اور تحریف لفظی بھی کچھ کچھ ہو چکی ہے) کی ترجیح کی طرف اپنا میلان ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے مذکورہ بات کہی ہے۔ لہذا کتب سماویہ کے مراد ہونے کے اس واضح قرینہ کو چھوڑ کر اس سے قرآن مراد لینا درست نہیں ہے۔

(۴) اس بات کی وضاحت اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو شاہ صاحبؒ نے ترمذی کے درس میں فرمائی ہے اور ان کے شاگرد نے العرف الشذی میں ذکر کی ہے کہ:

وإن قيل: إن التوراة محرفة فكيف تصح أوجه الرجحان؟ أقول: إن في تحريف التوراة ثلاثة أقوال:

قال جماعة: إن التحريف المذكور في الآية تحريف معنوي ولا تحريف لفظاً أصلاً وهو مختار ابن عباس والبخاري والشاه ولي الله، ورواية ابن عباس أخرجها البخاري في آخر صحيحه، وقيل: إن التحريف اللفظي قليل واختاره الحافظ ابن تيمية وهو المختار، وقيل: إن التحريف كثير وكنت أزعم أنه وإن حرف بعض الأشقياء لفظاً ولكنه ليس بحيث لو سعى أحد أن يطلب النسخة الصحيحة على بسيط الأرض فلا يجدها بل لو أراد أحد أن يهيئ نسخة محفوظة يمكن له ذلك، ثم بعد مدة رأيت في بعض رسائل ابن تيمية تعيين ما كنت أزعم ثم تمسك على قلة التحريف بالآيات والأحاديث...(العرف الشذى:٢\٦،٧)

خط کشیدہ عبارت سے واضح ہوا کہ اس مسئلہ میں ان کا موقف وہی ہے جو علامہ ابن تیمیہؒ نے اختیار فرمایا ہے کہ توراۃ میں تحریف معنوی تو یقیناً ہو چکی ہے، کچھ کچھ تحریف لفظی بھی ہوئی ہے۔

(۵) شاہ صاحبؒ کے کلام کا سیاق اور طریقہ استدلال پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس عبارت سے قرآن میں تحریف لفظی کے اثبات کے بجائے تحریف لفظی کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ شاہ صاحب نے یہ عبارت ان لوگوں پر رد کرنے کے لئے ذکر کی ہے جو لوگ کتب سماویہ میں تحریف کو صرف معنوی تحریف میں منحصر کرتے ہیں اور تحریف لفظی کا انکار کرتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے ان کے قول کی تردید کی ہے کہ اگر تحریف سے صرف معنوی تحریف مراد لی جائے تو پھر قرآن کا بھی محرف ہونا لازم آئیگا، کیونکہ قرآن کے معانی و مفاہیم میں بھی بہت سے لوگوں نے تحریف کی ہے، حالانکہ قرآن میں تحریف کا کوئی قائل نہیں ہے، لہذا واضح ہوا کہ دیگر کتب میں تحریف معنوی کے ساتھ تحریف لفظی ہو چکی ہے، جبکہ قرآن تحریف لفظی سے بالکل مبرا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے

تحریف کو صرف معنوی میں منحصر کرنے کا قول اس بنیاد پر رد کیا کہ اس صورت میں قرآن کو بھی محرف قرار دینا لازم آتا ہے، لہذا تحریف کتب سماویہ سے ایسی تحریف مراد لینی ہوگی جو قرآن میں بالکل نہ ہوئی ہو اور وہ تحریف لفظی ہے، جس سے قرآن بالکل محفوظ و منزہ ہے اور دیگر کتب سماویہ میں کچھ کچھ ہو چکی ہے۔

(۶) عدم تکفیر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی شخص کی تکفیر اس وقت کی جاتی ہے جب اس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس سے کفریہ فعل یا قول صادر ہوا ہے، یہاں یہ شرط بھی نہیں پائی جارہی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف اس کی نسبت اس طرح قطعی اور یقینی طور پر نہیں ہوتی ہے جو کسی مسلمان کی تکفیر کے لئے کافی ہو سکے، کیونکہ یہ شرح ان کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ ان کے درسی افادات کا مجموعہ ہے جو ان کے شاگرد علامہ بدر عالم میرٹھیؒ نے ان کی وفات کے بعد جمع کر کے شائع کروائے ہیں۔ اور خود حضرت مولینا بدر عالم صاحبؒ نے جگہ جگہ حاشیہ میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس موقع پر حضرت استاذ محترم کی بات میں نہیں صحیح نہیں سمجھ سکا وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کہ خواہش تھی کہ اس پر نظر ثانی کریں، خاص کر آخر عمر میں مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران وہ اس پر نظر ثانی کرنے کا تقاضا بہت زیادہ ہوا، لیکن مکمل نظر ثانی کا موقعہ نہیں مل سکا۔

(۷) نفحۃ العنبر میں حضرت بنوریؒ نے قرآن سے متعلق حضرت کشمیریؒ کے کچھ نکات ذکر کئے ہیں، جن میں سورہ آل عمران کی آیت "قل فأتوا بالتوراة" کے ضمن میں حضرت کشمیریؒ کی درج ذیل عبارت ذکر کی ہے:

> ونحوه لا يرد على قول من قال :إن التحريف قد وقع فی كتب العهد القديم والجديد، لأن القرآن العزيز مهيمن على الكتب السابقة، فما صدقه من النبوات وأحكام الجنايات فهو صادق،وما كذبه منها كقولهم :عزير ابن الله ووالمسيح ابن الله فهوكاذب،وما سكت عنه نسكت عنه...

اس عبارت میں دیگر کتب سماویہ پر قرآن کی فوقیت اس طرح بیان کی ہے کہ قرآن دیگر کتب پر مہیمن ہے، دیگر کتب میں تحریف ہوئی ہے، جبکہ قرآن تحریف سے منزہ ہے، لہذا دیگر کتب کی صرف... وہ بات قابل تصدیق ہوگی جس کی قرآن سے تائید ہو سکے۔

نیز مزید وضاحت کے لئے ذیل میں "نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ الأنور" کی کچھ عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے حضرت شاہ صاحبؒ کا قرآن سے شغف، قرآن کے بے مثال اعجاز کی تعریف اور ہر قسم کی رکاکت اور حشو وزوائد سے اس کی حفاظت بخوبی واضح ہوتی ہے، علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں:

كلامه فی شأن القرآن؛(ص:۳۷ وما بعدها)

وكان يقول إعجاز نظم القرآن أقطع عندى من طلوع ذكاء حين ذر شارقها،لا يتزعزع بتشكيک مشكک...غير آن القرآن لايحتمل لدى شيئا مم يابى عن إعجازه...فإعجاز القرآن عندى يقين لا يدوره شک...بل اللفظ المفرد الذى نزل به القرآن لو اجتمع الثقلان وتظاهر عليه أهل الأكوان بأن يأتوا بالأوفى منه فى موضع لعجزوا وخابوا...فيجل شأنه الجليل من أن يكون فيه حرف زائدأو تقديم وتأخير من غير رعاية نكات دقيقة تدق عن الأفهام،فحاشاه ثم حاشاه عن ركاكة لفظ أو زيادة حرف واللہ اعلم بالصواب

کلیم اللہ

بندہ کلیم اللہ عفی عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

٢٠ - جمادی الثانیہ- ١٤٣٣ھ

١٢ - مئی- ٢٠١٢ء

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ

٢٠/٦/١٤٣٣ھ

الجواب صحیح

٢٠/٦/١٤٣٣ھ

الجواب صحیح

٢٠/٦/١٤٣٣ھ

www.facebook.com/masimfarooq

0122